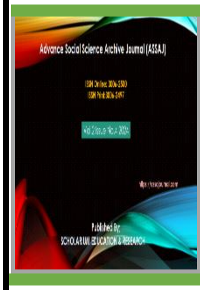

Advance Social Science Archive Journal
Available Online: https://assajournal.com
Vol.3 No.1,January-March,2025.Page No.838-847
Print ISSN: 30062497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

THE CONCEPT OF AMIR AND ITS IMPORTANCE FROM AN ISLAMIC PERSPECTIVE

امیر کا تصور اور اس کی اسلامی نقطہ نظر سے اہمیت

Naimat ullah	M. Phil scholar, Department of Islamic Studies Kohat University of Science and Technology Kohat.
Mariya	M. Phil scholar, Department of Islamic Studies Kohat University of Science and Technology Kohat.
Dr Farhadullah	Assistant Professor, Department of Islamic Studies Kohat University of Science and Technology Kohat. Email: dr.farhadullah@kust.edu.pk

ABSTRACT

The concept of leadership holds a fundamental position in Islamic governance and social structure. Without a leader (Amir), no community or nation can achieve stability and unity. Islam emphasizes the necessity of having a just and capable leader to maintain order and ensure justice. The Prophet Muhammad (PBUH) stated, "When three people set out on a journey, they should appoint one among them as their leader"highlighting the significance of leadership even in small groups.This article explores the importance of an Amir, the conditions required for leadership, and the practical application of this concept in Islamic governance. The essential qualities of an Amir include faith, justice, knowledge, competence, and integrity. A true Islamic leader is not merely a ruler but a servant of the people, responsible for upholding justice, implementing Shariah, and ensuring the welfare of the Ummah.The authority of an Amir is not absolute; rather, it is bound by Islamic law. If a leader deviates from justice and righteousness, the Muslim community has the right to hold him accountable or even remove him. Conversely, obedience to a just leader is a fundamental principle that ensures unity and social harmony.In conclusion, the Islamic leadership system promotes balance, justice, and progress. A righteous and competent Amir leads the society towards prosperity, while the absence of effective leadership results in division and weakness. Muslims must uphold the principles of Islamic governance by selecting and obeying leaders who adhere to the teachings of Islam for the betterment of both their worldly and spiritual lives.

Keyword: Islamic leadership, Amir, governance, justice, unity, social harmony, Shariah, accountability, faith, competence, integrity, Islamic law, obedience, righteousness, welfare of the Ummah, stability, progress.

تعارف:

انسانی معاشرت کا ایک بنیادی اصول قیادت اور رہنمائی ہے۔ کوئی بھی معاشرہ، خواہ وہ چھوٹے پیمانے پر ہو یا ایک وسیع ریاست کی شکل میں، ایک منظم اور مضبوط قیادت کے بغیر ترقی نہیں کر سکتا۔ قیادت کے بغیر کوئی بھی قوم یا جماعت بکھر کر رہ جاتی ہے اور اختلاف و انتشار کا شکار ہو جاتی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جہاں بھی اچھی قیادت موجود رہی، وہاں استحکام، انصاف اور ترقی نے جنم لیا، اور جہاں قیادت کا فقدان ہوا، وہاں تباہی اور زوال نے جگہ لے لی۔

اسلام ایک ایسا دین ہے جو زندگی کے تمام پہلوؤں میں انسانیت کی رہنمائی کرتا ہے۔ اس نے قیادت اور امارت کو بھی ایک اہم اصول کے طور پر متعین کیا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق، کسی بھی اجتماعی نظام میں ایک امیر یا سربراہ کا ہونا لازم ہے تاکہ وہ معاملات کو منظم رکھے اور امت کو ایک مرکز کے تحت متحد کرے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جب تین افراد سفر پر نکلیں تو ان میں سے ایک کو امیر بنالو" [1]۔ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام میں قیادت اور امارت کی اہمیت صرف بڑی ریاستوں تک محدود نہیں بلکہ چھوٹے سے چھوٹے گروہ میں بھی کسی نہ کسی کو قائد مقرر کرنا ضروری ہے۔

اگر ہم اسلامی تاریخ پر نظر ڈالیں تو ہمیں خلفائے راشدین کا دور ایک بہترین نمونہ نظر آتا ہے، جہاں امیر المؤمنین کی قیادت میں اسلام نے بے مثال ترقی کی اور عدل و انصاف کا بول بالا ہوا۔ خلفائے راشدین کی قیادت میں امت مسلمہ نہ صرف دینی اور روحانی طور پر مستحکم رہی بلکہ سیاسی، معاشرتی اور عسکری میدانوں میں بھی کامیابیاں حاصل کیں۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جب ایک صالح اور دیانت دار امیر قیادت سنبھالتا ہے تو امت ترقی اور استحکام کی راہ پر گامزن ہو جاتی ہے۔

اسلامی اصولوں کے مطابق، ایک امیر محض ایک حکمران نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک ذمہ دار رہنما اور امت کا خادم ہوتا ہے۔ اس کی ذمہ داری صرف حکمرانی کرنا نہیں بلکہ عوام کی فلاح و بہبود، عدل و انصاف کا قیام، اور دین اسلام کے احکامات کا نفاذ بھی اس کے فرائض میں شامل ہوتا ہے۔ ایک امیر کی اطاعت بھی اسی وقت واجب ہوتی ہے جب وہ شرعی اصولوں کے مطابق فیصلے کرے اور عدل و انصاف کو قائم رکھے۔

اس مضمون میں ہم امیر کی اہمیت، اس کی شرائط اور اس کے عملی اطلاق پر تفصیل سے گفتگو کریں گے تاکہ واضح ہو کہ اسلامی تعلیمات میں امیر کا کیا مقام ہے اور ایک مسلمان پر امیر کی اطاعت کس حد تک لازم ہے۔

اسلام میں امیر کی اہمیت:

علماء، محققین اور مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ عربوں کو حکومت و اقتدار صرف دینی بنیادوں پر ہی حاصل ہوا ہے، چاہے وہ نبوت ہو یا امارت۔ یہ بات مخفی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو فطرتاً معاشرتی اور سماجی بنایا ہے۔ وہ اکیلے نہ اپنی تمام ضروریات کو پورا کر سکتا ہے اور نہ ہی اپنی تمام حاجات کی تکمیل کر سکتا ہے۔ اس لیے لازم ہے کہ وہ اپنے دیگر انسانی بھائیوں کے ساتھ مل کر تعاون کرے تاکہ ایک ایسا معاشرہ تشکیل پائے جہاں بھائی چارہ، محبت، امن اور ہم آہنگی کا راج ہو۔ یہی بات اللہ رب العالمین کی نازل کردہ شرائع نے مقرر کی ہے، اور اسی مقصد کو شریعت محمدیہ ﷺ نے پورا کیا۔ شریعت نے انسانوں کی اجتماعیت کو منظم کرنے اور معاشرے کی تعمیر کے مقصد کے تحت مسلمانوں پر یہ لازم کیا ہے کہ وہ اپنے امیر کی اطاعت کریں، جسے وہ آزادانہ اور منصفانہ طریقے سے بغیر کسی جبر، دھوکہ یا جعل سازی کے منتخب کرتے ہیں۔

چونکہ انسان کی فطرت میں استیلاء اور خود سری کا رجحان موجود ہے، اس لیے وہ شرائع اور قوانین کی پابندی میں کوتاہی کرتا ہے جس سے فساد، جھگڑے اور خونریزی کا خطرہ پیدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت نے مسلمانوں کو منظم کیا اور ان پر لازم کیا کہ وہ اپنے منتخب کردہ ولی امیر کی اطاعت کریں، تاکہ ان کی زندگیوں کو نظم و ضبط میں لایا جاسکے، ظالم کو کمزور پر ظلم کرنے سے روکا جاسکے، اور مالدار کو غریب پر جبر سے باز رکھا جاسکے۔ اسی عمل کو سیاست کا نام دیا گیا ہے کیونکہ امیر اپنی رعایا کو ان کے دینی اور دنیاوی کامیابی کے لیے راہنمائی فراہم کرتا ہے اور ان میں اتحاد، بھلائی اور ترقی کو یقینی بناتا ہے۔

شریعت نے معاشرتی نظم و ضبط اور تعمیرِ معاشرہ کے مقصد کے تحت ولی، امیر کی اطاعت کو ضروری قرار دیا ہے، بشرطیکہ اس کا انتخاب آزادانہ، منصفانہ اور شفاف طریقے سے ہو۔ اس کے حق میں قرآن و سنت میں متعدد نصوص موجود ہیں جو اطاعت کا حکم دیتی ہیں اور جماعت سے علیحدگی، بغاوت اور نافرمانی کو مسترد کرتی ہیں۔

تاہم، بعض احادیثِ نبویہ میں موجود امیر کی اطاعت کے حکم کو صحیح طور پر سمجھنے میں غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے۔ کچھ لوگ ان احادیث کو ان کے مطلق مفہوم میں لیتے ہیں، یعنی امیر کی اطاعت کو ہر حال میں لازم سمجھتے ہیں، چاہے وہ ظلم و فساد میں غرق ہو، عوام کو غلام بنارہا ہو یا ملک کو تباہ کر رہا ہو۔ جبکہ کچھ لوگ ان احادیث پر گہرائی سے غور و فکر کرتے ہیں اور ان کے اطلاق و تقیید اور عموم و خصوص کو مدنظر رکھتے ہیں۔

اس تحقیق کا مقصد بعض ایسے مسائل پر روشنی ڈالنا ہے جنہیں عام طور پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے، خاص طور پر احادیثِ اطاعت کے حوالے سے۔ موجودہ دور میں بعض گروہ حکمرانوں کے حق میں ناحق دلائل دیتا ہے اور ان کی غیر مشروط اطاعت کو واجب قرار دیتا ہے۔ یہ لوگ بعض احادیثِ اطاعت کو ایسے پیش کرتے ہیں گویا وہی واحد نصوص ہیں جو سنت میں وارد ہوئی ہیں، جبکہ وہ دیگر احادیث، شرعی مقاصد اور اصولوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ یہ عوام کے دین میں سب سے بڑا دھوکہ اور فریب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر (امیر) بنا کر بھیجا تھا۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب نبی اکرم ﷺ نے یمن کے لوگوں کی ہدایت کے لیے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو وہاں بھیجا تا کہ وہ ان کو اسلام کی تعلیم دیں، ان کے درمیان عدل قائم کریں اور اسلامی احکام کو نافذ کریں۔

جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یمن روانہ ہونے لگے، تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں بعض اہم ہدایات دیں جو نہ صرف سیاسی و حکومتی فیصلوں میں رہنمائی فراہم کرتی ہیں بلکہ معاشرتی عدل اور لوگوں کے حقوق کے حوالے سے بھی بہت اہم ہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"تم لوگوں کو اللہ کی کتاب سے حکم دو، پھر اگر وہ اس کے بارے میں سوال کریں تو انہیں میری سنت سے آگاہ کرو، اور اگر وہ اس کے بارے میں بھی سوال کریں تو ان سے کہو کہ میں تمہیں اجماع سے فیصلہ بتاؤں گا۔ [2]

یہ حدیث اس بات کو واضح کرتی ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن میں اسلامی اصولوں کے مطابق فیصلے کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی، اور وہ قرآن و سنت کے مطابق لوگوں کی رہنمائی کریں گے۔

اس کے علاوہ، نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا :

"یاد رکھو! تم آسانی سے لوگوں کے ساتھ پیش آنا اور ان پر سختی نہ کرنا۔[3]

یہ ہدایت بھی اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ حکمرانی اور فیصلے کرتے وقت نرمی اور انصاف کو مدنظر رکھا جائے، اور عوام کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے یمن میں اپنی ذمہ داری کو بخوبی نبھایا اور اسلامی تعلیمات کے مطابق لوگوں کے درمیان عدل قائم کیا۔ اس واقعے سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام میں حکمرانی اور گورنر کا مقصد لوگوں کی فلاح و بہبود، انصاف کا قیام اور اسلامی تعلیمات کی درست پیروی ہے۔

امیر شرعی کی شرائط[4]

اللہ تعالی نے جس طرح امیر کو اونچا اور بلند مرتبہ عطا کیا ہے اسی طرح امیر کے لیے شریعت نے کچھ شرائط مقرر کیے ہیں تا کہ امیر ان شرائط پر پوری طرح اتر کر قوم وملت کی صحیح طریقے سے رہنمائی فرمائے اور مسلمانوں پر یہ واجب ہے کہ جس شخص کو دین اور دنیاوی اور سیاسی اور انتظامی امور میں ممتاز دیکھیں۔ اس کو باہمی اتفاق سے اپنا امام اور امیر مقرر کریں تا کہ وہ مسلمانوں کے دینی اور دنیاوی امور میں صحیح طریقے سے رہنمائی کر سکے اس لیے شریعت کے مطابق مسلمانوں کے باہمی تنازعات کے فیصلے اور امور کا انتظام کریں اسلامی حدود کی حفاظت کرنا کافروں سے جہاد کے لیے لشکر تیار کرنا اور چوروں اور بدمعاشوں کے ہاتھ تھامے رکھنا اور ان کو اپنے کنٹرول میں لانا اور کمزور ضعیف مجبور مسلمانوں کے معاش کا خیال رکھنا اور مظلوم کو ظالم سے انصاف دلانا اور کمزور کا زور آور سے حق دلانا یہ تمام تر امور عقلا و شرعا واجب ہیں اور یہ کام بغیر امیر اور بادشاہ کے سرانجام نہیں پاسکتے ہر کوئی اپنی مرضی کے مطابق اپنے فائدے کے لیے کام کرتا رہے گا پھر مظلوم کو ظالم سے انصاف دلانا اور کمزور کو زور آور سے حق دلانا ختم ہو جائے گا جس کی لاٹھی اس کی بھینس والی بات بن جائے گی لہذا معلوم ہوا کہ امیر کا مقرر ہونا فرض اور واجب ہے تا کہ مسلمان اجتماعی اور انفرادی حیثیت سے تباہی اور ہلاکت سے محفوظ ہو جائیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصال کے بعد سب سے پہلا اور مقدم کام یہ کیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر مقرر کیا تا کہ مسلمانوں کے دین اور دنیاوی امور بخوبی کے ساتھ سرانجام پاسکیں اگر خلیفہ اور امیر کو مقرر کرنا شرعًا فرض اور لازم نہ ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اجمعین انتخاب امیر کے مسئلے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دفن و کفن پر مقدم نہ فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اجماع ایک مستقل دلیل اور حجت ہیں جس کے بعد کیسی کی دلیل کی کوئی ضرورت نہیں۔

امیر کو مقرر کرنا ادلہ اربعہ میں سے اجماع کے ذریعے ثابت ہوا اور عقل بھی اس چیز کی تقاضا کرتی ہیں کہ امن و امان اور انصاف والی زندگی ہو۔ مظلوم کو ظالم سے انصاف ملے حقدار کو اس کے انکار کرنے والے سے حق دلایا جائے تو یہ نظام ایک امیر کے تحت ہی چلایا جاسکتا ہے اور اس کے بغیر ناممکن اور محال ہے۔

انتخابی امیر اور استحقاق کی امارت کی پہلی شرط یہ ہے۔

امیر کا مسلمان ہونا :

امیر کا مسلمان ہونا ضروری ہے اس لیے کہ کافر امیر نہیں بن سکتا اور امیر اسلام وہ شخص ہوتا ہے جو اللہ تعالی کو ملک کا مالک حقیقی اور حاکم اصلی جانے اور مانے اور خدا کا بندہ اور رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نائب اور قائم مقام ہونے کی حیثیت سے قانون شریعت کے مطابق ملک کا انتظام کریں لہذا اسلامی حکومت کے فرمان روا کے لیے پہلی سیڑھی اور اولین شرط یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو اور نبی آخر الزمان پر ایمان رکھتا ہو اور ظاہر ہے کہ نبی کا کافر اور منکر نبی کا نائب نہیں بن سکتا۔

1۔ اسلامی سلطنت کا واحد مقصد دین اسلام اور شریعت اسلام کو رائج کرنا اور کتاب اللہ اور سنت رسول کو علماو عملا لانا اور غیر مسلموں کے شبہات کو دور کرنا اور ظاہر ہے کہ یہ تو ایک مسلمان امیر ہی سے ممکن ہے۔

2 . نیز تمام اُمت محمدیہ کا یہ اجتماعی اور اتفاقی مسئلہ ہے کہ اگر امیر مرتد ہو جائے تو اس کو عزل کرنا اور قتل کرنا مسلمانوں پر واجب ہے تو جو ابتدا سے کافر ہو اس کو بدرجہ اولی میری مملکت نہ بنایا جائے گا۔

3 . غیر مسلم حاکم ہونے کی وجہ سے اسلامی حکومت کا راز غیر مسلم حکومتوں سے پوشیدہ نہیں رہے گا مسلمانوں کے علاوہ باقی کیسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے والا کبھی بھی مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے.

قرآن مجید میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں۔

ان الكافرين كانو لكم عدوامبينًا (5)

اے مسلمانو تمام کافر بلاشبہ تمہارے لیے بمنزلہ ایک کھلا دشمن ہے۔

وقال تعالی فی مقام آخر:ولن يجعل الله للكافرين على المومنين سبيلا۔(6)

اس آیت میں خبر اور امر دونوں ہے یعنی مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے۔ کہ کافر کو اپنا امیر نہ بناو۔

اور(اولی الامرمنکم)فرمایا ہے ای من المومنین یعنی صاحب اختیار آپ میں سے ہو مسلمان ہو کافر نہ ہو۔

ابن القیم فی احکام اھل الذمۃ میں فرماتے ہیں:

قال ابن المنذ ر: اجمع كل من يحفظ عنه من اهل العلم ان الكافر لا ولاية له على مسلم بحال۔(7)

اس بات پر سب کا اجماع ہے کہ کافر مسلمان کسی بھی حالت میں سربراہ نہیں بن سکتا۔

میرے رب نے سچ کہا اور خدا تعالی نے جو خبر دی اس کے تمام مسلمانوں نے اپنی انکھوں سے دیکھا انگریزوں نے مسلمانوں کے ساتھ تقسیم ہند میں کھلی ہوئی بے ایمانی کی اور اسی طرح فلسطین کے مسئلے میں مسلمانوں کے ساتھ اسرائیل نے جو حشر کیا وہ سب کے سامنے ہے اور ساتھ یہ کہ صرف یہود نہیں بلکہ امریکہ نے اس جنگ میں اسرائیلوں کی بھرپور مدد کی اور اسی طرح کشمیر میں اگر دیکھا جائے کہ کتنے مظالم ہو رہے ہیں وہ بھی کیسی سے مخفی نہیں۔

غیر مسلم کبھی بھی مسلمانوں کا خیر خواہ نہیں ہو سکتا اور امیر کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسلمانوں کا خیر خواہ ہو۔ ۴

کافر کو صرف امیر یا حاکم بنانا تو دور کی بات ہے اس کو معمولی سا عہدہ تفویض کرنا بھی اپنے ساتھ ظلم اور زیادتی ہے اور نہ اس سے مشورہ لیا جائے۔

امیر کا عاقل و بالغ ہونا:

امیر یا حاکم کی دوسری شرط یہ ہے کہ وہ عاقل ہو اور بالغ ہو بے وقوف کو امارت سپرد کرنا ایسے ہی ہے جیسے خنازیر کے سامنے جواہرات ڈالنا اور نابالغ تو اپنا انتظام نہیں کر سکتا وہ کیسی اور کا کیا کرے گا اور اس کا کوئی معاملہ شرعا بغیر ولی کی معتبر نہیں تو امیر جیسے اہم ذمہ داری اس کو کیسے سونپی جائے گی۔

وقال تعالى:ولا توتواالسفهاءاموالكم اللتى جعل الله لكم قياما ورزقوهم(8)

یہ آیت وسیع معنی کی حامل ہے۔ اس میں امت کو یہ جامع ہدایت فرمائی گئی ہے کہ مال جو ذریعہ قیام زندگی ہے، بہر حال ایسے نادان لوگوں کے اختیار و تصرف میں نہ رہنا چاہیے جو اسے غلط طریقے سے استعمال کر کے نظام تمدن و معیشت اور بالآخر نظام اخلاق کو خراب کر دیں۔ حقوق ملکیت جو کسی شخص کو اپنے املاک پر حاصل ہیں، اس قدر غیر محدود نہیں ہیں کہ وہ اگر ان حقوق کو صحیح طور پر استعمال کرنے کا اہل نہ ہو اور ان کے استعمال سے اجتماعی فساد برپا کر دے تب بھی اس کے وہ حقوق سلب نہ کیے جا سکیں۔ جہاں تک آدمی کی ضروریات زندگی کا تعلق ہے، وہ تو ضرور پوری ہونی چاہئیں، لیکن جہاں تک حقوق مالکانہ کے آزادانہ استعمال کا تعلق ہے، اس پر یہ پابندی عائد ہونی چاہیے کہ یہ استعمال اخلاق و تمدن اور اجتماعی معیشت کے لیے صریحاً مضر نہ ہو۔ اس ہدایت کے مطابق چھوٹے پیمانہ پر ہر صاحب مال کو اس امر کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ وہ اپنا مال جس کے حوالہ کر رہا ہے، وہ اس کے استعمال کی صلاحیت رکھتا ہے یا نہیں۔ اور

بڑے پیمانہ پر حکومت اسلامی کو اس امر کا انتظام کرنا چاہیے کہ جو لوگ اپنے اموال پر خود مالکانہ تصرف کے اہل نہ ہوں، یا جو لوگ اپنی دولت کو برے طریقوں سے استعمال کر رہے ہوں، ان کی املاک کو وہ اپنے انتظام میں لے لے اور ان کی ضروریات زندگی کا بندوبست کر دے۔

بے وقوف یعنی نا سمجھ بچوں کو ہم مال نہیں دیتے تو امارت جیسی اعلی قیادت کیسے انکے حوالے کر سکتے ہے۔

امیر کا متکلم اور سمیع وبصیر ہونا:

امیر کے لیے تیسری شرط یہ ہے کہ وہ متکلم ہو یعنی بات کر سکتا ہوں گونگا نہ ہو اور سمیع ہو یعنی سن سکتا ہو بہرہ نہ ہو اور بصیر ہونا ضروری ہے یعنی اندھا نہ ہو تا کہ رعایہ کے دعوں اور استغاثوں کو خود سن کر مدعی اور مدعا علیہ کو پہچان سکے اور حقیقت کو سمجھنے میں اسے کوئی دشواری نہ رہے۔

امیر کا شجاع، بہادر اور ذی رائے ہونا:

امیر کے لیے ایک یہ بھی شرط ہے کہ وہ شجاع بہادر اور زی رائے ہو یعنی کسی سے ڈرنے والا نہ ہو اور بزدل بھی نہ ہو اور غیر ذی رائے آدمی صلح اور جنگ کے وقت گھبرا جاتا ہے اور آنے والی مشکلات میں حیران اور پریشان ہو تا ہے کوئی صحیح رائے قائم نہیں کر سکتا ایسا شخص بسا اوقات صلح اور معاہدہ کے وقت دھوکہ کھا جاتا ہے ایک عربی کا کسی صحیح سلطنت پر گزر ہوا تو وہاں کے امیر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس عربی سے پوچھا کہ تمہارا امیر کیسا ہے؟ تو اس اعرابی نے جواب میں کہا

امیرنا لا یخدع ولا یخدع(9)

ہمارا امیر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ کسی کو دھوکہ دیتا ہے اور نہ کسی کے دھوکے میں آتا ہے اس اعرابی نے پہلے جملے میں آپ رضی اللہ عنہ کی امانت اور دیانت بیان کی اور دوسرے جملے میں آپ رضی اللہ کی فراست اور سیاست وبصیرت کو بتلایا۔

امیر کا مرد ہونا ضروری ہے عورت نہ ہو:

امیر کی پانچویں شرط مرد ہونا عورت نہ ہو شریعت کی نظر میں جو جنس قابل ولادت ہے وہ قابل حکومت نہیں اس لیے کہ عورتیں ناقصات العقل و دین ہے عقل اور دین دونوں اعتبار سے ناقص ہوتی ہیں قران میں بھی اللہ رب العزت فرماتے ہیں

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ(10)

مرد عورت کے مقابلے میں قوی ہوتے ہیں اللہ تعالی نے مرد کو عورت کے مقابلے میں مضبوط اور طاقتور پیدا کیا ہے حکومت کی طرح ایک اہم ذمہ داری عورت کو اگر سونپی جائے تو بجائے اچھی طرح سرانجام دینے سے خرابی کی طرف دھکیل لیتی ہیں اس لیے کہ حکومت بڑی بصیرت اور حکمت و دلیری کے ساتھ چلائی جاتی ہے اور وہ عورت میں نہیں پایا جاتا. آپ علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں.

لن یفلح قوم تملکھم إمرأة(11)

وہ قوم کبھی فلاح و کامیابی کو نہیں پہنچتی جس کی حکمرانی ایک عورت کر رہی ہو۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

قال القاضی أبوبکرابن العربي هذا نص أن المرأة لا تكون خليفةولاخلافه فيه. (12)

قاضی ابو بکر ابن عربی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث نص صریح ہے اس بارے میں کہ عورت امیر یا بادشاہ نہیں بن سکتی اور اس مسئلے میں کسی کا اختلاف بھی نہیں ہے یعنی یہ مسئلہ اجماعی ہے

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عورت اپنا نکاح بغیر ولی کے نہیں کر سکتی لہذا جس کو اپنے اوپر اختیار حاصل نہ ہو وہ کسی اور کے اوپر کیا حکمرانی کرے گی اور یہ نکاح میں ولی اور سرپرست کے محتاج ہوتی ہیں جس طرح ایک نابالغ و نو عمر بچہ ولی کا محتاج ہوتا ہے اس طرح عورت بھی سرپرست اور ولی کی محتاج ہیں۔

فقہاء کرام نے سلطنت اور امارت کو امامت کبری کی اصطلاح دی ہے اور نماز کی امامت کو امامت صغری سے پکارا ہے اور واضح کیا ہے کہ عورت میں امامت صغری کی اہلیت نہیں تو امامت کبری کے لیے وہ کیسے اہل ہو گی عورت کے لیے اذان دینا، اقامت کرنا خطبہ دینا جیسے شعائر اسلام ناجائز اور حرام ہے لہذا عورت کو امیر بنانا تو بدرجہ اولی حرام ہے حتی کہ عورت کو گھر سے بلا ضرورت نکلنا بھی حرام و ناجائز ہے کما قال اللہ:

وقرن في بیوتکن(13)

اس آیت کا اطلاق تمام امت مسلمہ کی بہنوں پر ہوتا ہے عورت کا کام شوہر کی خدمت کرنا، بچوں کی اچھی تربیت کرنا اور شوہر کے لیے اولادگی اور ان کی رضاعت ہے کیونکہ عورتیں مردوں کی کھیتیاں ہیں اور اولاد ان کی پیداوار ہے۔ کما قال اللہ:

نساؤکم حرث لکم.[14]

اس لیے شرعی طور پر عورت کی امارت اور صدارت اور اس کی وزارت اور شوری کی رکنیت سب حرام وناجائز ہیں۔

قوم سبا کا جو بادشاہ تھا وہ عورت تھی اس کا جواب یہ ہے کہ وہ کافروں کا عمل تھا اور حکومت بطور وراثت چلی آرہی تھی اگر کوئی کافر عورت یا کافر مرد اپنی طاقت وجبروت سے کیسی علاقے پر قبضہ و غلبہ پالیں۔ تو ایسی حکومت کے بارے میں فقہاء فرماتے ہیں کہ اس حکومت کو تسلیم کرلیا جائے اور فتنے سے بچنے کے لیے اس کی اطاعت بھی کی جائے۔ اور عمل صرف حکمت وبصیرت کے تحت ہیں ورنہ اس کی اطاعت بالکل ضروری نہیں ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ شریعت میں جبرا اور قہرا غلبہ پانا یا تسلط کے احکام علیحدہ ہیں اور اپنے اختیار سے کیسی کو امیر مقرر کرنا اس کے احکامات جدا ہیں اپنے اختیار سے کسی عورت میری وزیر منتخب کرنا قطعی حرام ہے جس طرح مسلمانوں کے لیے یہ عمل جائز نہیں کہ وہ اپنے اختیار سے کسی ملحد و کافر کو امیر منتخب کرے اسی طرح اپنے اختیار سے کیسی عورت کو امیر مقرر کرنا بھی حرام وناجائز ہے اس لیے کہ عورت عقل و دین دونوں میں ناقص ہے۔ اور اسی طرح جسمانی لحاظ سے ان کی کمزوری اظہر من الشمس ہیں عورتوں کو ایسے مقامات پر استعمال کرنا وضع الشيء في غیر محلہ کے زمرے میں اتا ہے۔ یعنی اگر کسی چیز کو بھی محل مقام پر استعمال کیا جائے تو یہ اس کے ساتھ ظلم ہے اور عورت صنف نازک ہے یہ سخت کام کے عادی نہیں اور حکومت کا مقصد قیام عدل وہ انصاف کے لیے ہے اور جس حکومت کی ابتدا ظلم سے ہو تو ائندہ معاملات کیسے عدل کے ساتھ توقع کی جاسکتی ہیں اور اگر کسی امیر سلطنت مرد بھی ہو لیکن اس کے اندر مرد کی صفات موجود نہ ہو اور عورتیں اس پر حاوی ہو جاتی ہیں تو ایسے امیر کو معزول کرنا بھی ضروری ہے جس طرح فقہاء کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ بادشاہ کسی طاقتور دشمن کے ہاتھوں اگر قید ہو جائے اور رہائی ممکن نہ ہو تو اس صورت میں اس کی امارت باطل ہو جائے گی اور مسلمانوں پر فرض ہو گا کہ وہ کیسی دوسرے ازاد اور اہل شخص کو امیر بنائے۔

امیر کا مسلمان اور عادل ہونا:

امارت کی استحقاق کا ایک شرط یہ بھی ہے۔ کہ امیر عادل ہو یعنی عدل کرنے والا اور امین ہو عادل سے مراد یہ ہے کہ عدل کرنے والا اور انصاف کرنے والا ہو اور اس کا عادل اور منصف ہونا لوگوں میں مسلم ہو اور امین کا مطلب ہے کہ امانتدار ہو اور خیانت جیسی صفات مذمومہ سے پاک ہو امانت کا سب سے اہم حصہ یہ ہے کہ حکومت کا کوئی عہدہ اور منصب کسی نااہل اور غیر مستحق کو سپرد نہ کیا جائے۔

إن الله يأمركم أن تؤدوا الأمانات الى أهلها واذا حكمتم بين الناس ان تحكموا بالعدل.[15]

بے شک اللہ رب العزت آپ کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم امانتوں کو ان کے مالکوں کے حوالے کردو اور لوگوں کے درمیان کوئی فیصلہ کرنا ہو تو عدل وانصاف سے کرو۔

متقی اور پرہیز گار ہونا:

اسلامی امارت کے لیے ایک ضروری اُمر جو مرکزی کردار ادا کرتا ہے وہ یہ ہے کہ امیر عالم دین اور متقی اور پرہیز گار با مروت اور صاحب اخلاق ہو اس لیے کہ اسلامی امارت کا سب سے اعلی اور مقدم فریضہ شعائر اسلام کا اعزاز واحترام اور ملت اسلامیہ اور علوم اسلامیہ اور شریعت محمدیہ کی ترویج اور علوم اسلامیہ کو زندہ کرنا ہے اور یہ اعمال ایک عالم دین کے بغیر پائے تکمیل تک پہنچانا ممکن ہے اور جو شخص خود متقی نہ ہو تو وہ ملک کے یا اپنے ماتحت کے لوگوں کو ظلم وستم اور رشوت جیسے غلیظ عمل سے کیسے روکے گا خود بھی رشوت لے گا اور دوسروں کے لیے بھی راستے ہموار کرے گا جس سے بڑا نقصان یہ ہو گا کہ ظلم زیادہ ہو جائے گا اور مظلوم کی اواز پست ہو جائے گی اور جس کی جو مرضی ہو گی اسی میں مصروف رہیں گے اور ہمارا آلمیہ یہ ہے کہ ہمارے اداروں میں کھلم کھلا رشوت دی جاتی ہے اور لی جاتی ہے دینے والا خوش ہے کہ کام ہو گیا اور لینے والا بھی خوش ہے کہ پیسہ آگیا اس لیے ضروری ہے کہ امیر بھی ایسا ہونا چاہیے کہ جو اللہ سے ڈرنے والا ہو متقی اور پرہیز گار ہو۔

امیر کا قریشی ہونا:

امام کا نسب قریشی خاندان سے ہو اور یہ شرط صرف امامت کبری میں ہے امامت صغری میں قریشی خاندان سے ہونا شرط نہیں۔ اور قریشی ہونے کا مقصد یہ ہے کہ امیر قریش کے خاندان سے ہو چاہے قریش کے جس بطن سے ہو ضروری نہیں ہے کہ وہ ہاشم کے خاندان سے ہو۔

قال رسول اللہ ﷺ :الناس تبع لقريش فى الخير والشر۔[16]

امیر شرعی کا اطلاق

اسلامی امارت میں امیر شرعی کا تصور ایک ایسی قیادت کے بارے میں ہے جو اسلامی اصول و قوانین کے مطابق لوگوں کی رہنمائی کرے اور ان کے مسائل حل کرنے میں کے کلیدی حیثیت ادا کرے امیر کا اطلاق مختلف اداروں اور شعبوں میں ہو سکتا ہے جیسے ملکی سطح پر، تنظیمات یا جماعتوں میں امیر، خاندان یا قبائلی سطح پر یا علاقائی سطح پر یا ادارے سطح پر۔

ملکی سطح پر امیر:

اگر کسی ملک یا اسلامی ریاست میں شرعی نظام نافذ کرنا ہو تو وہاں ایک امیر یا خلیفہ مقرر کیا جا سکتا ہے، جو ریاستی امور اور مسلمانوں کی معاملات کو شریعت کی روشنی میں چلاتا ہے۔ اگر کسی اسلامی ملک میں شرعی نظام کو نافذ کرنا ہو تو اس کے لیے امیر یا خلیفہ مقرر کیا جا سکتا ہے جو ریاستی امور کو شریعت کے مطابق صحیح طریقے سے سرانجام دے اور مظلوم کو ظالم سے انصاف دلائے اور کمزور کو زورآور سے حق دلائے۔ امن وامان کی فضا قائم کریں اور لوگوں کو ایک کلمے کے تحت جمع کر سکے اور ملک میں آپ علیہ الصلوۃ والسلام کا لایا ہوا دین قائم کر سکے۔ ملکی سطح پر امیر کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ماتحت لوگوں کی حفاظت کر سکیں اور اپنے ملک کو نقصان پہنچانے والوں سے محفوظ کرے اور ہر طرف اس کی رسائی ہونی چاہیے۔

اگر امیر ایسا ہو جو اسلامی قوانین و اصول کے تحت لوگوں کی رہنمائی کرتا رہتا ہو تو ایسے امیر کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنا واجب ہے اور اس کی نافرمانی کرنا حرام ہے ملکی سطح پر امیر یا خلیفہ کے لیے ہر جگہ رسائی ممکن نہیں تو لوگوں پر نگرانی کے لیے مختلف شعبوں میں امراء و حکام مقرر کیے جاتے ہیں۔

علاقائی یا صوبائی سطح پر امیر:

شریعت اسلامیہ میں امیر کی حیثیت و کردار نہایت اہم ہے اس لیے کہ امیر کو مسلمانوں کے اجتماعی معاملات میں قیادت و رہنمائی فراہم کرنے کی ذمہ داری سونپی جاتی ہیں امیر کا کیا کردار صرف مرکزی حکومت تک محدود نہیں بلکہ مقامی و علاقائی سطح پر بھی خدمات سرانجام دے گا امیر یا خلیفہ تو ہر جگہ نہیں پہنچ سکتے اس لیے ضروری ہیں کہ علاقائی اور مقامی سطح پر بھی ایک امیر ہو تاکہ وہ لوگوں کی نگرانی کرے اور ان کی اچھی طرح رہنمائی کرے تاکہ لوگوں میں عدل و انصاف قائم ہو اور مظلوم کو ظالم سے حق دلائے اسلئے آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:

كلكم راع وكلكم مسؤول عن رعيته فالامير الذي راع على الناس وهو مسؤول عن رعيته والرجل راع على اهل سبيته وهو مسؤول عنهم والمرأة راعية على بيت بعلها وهي مسؤولة عنه والعبد راع على مال سيده وهو مسؤول ألا فكلكم راع وكلكم مسؤول عن رعيته.[(17)]

سنو تم میں ہر شخص نگہبان ہے اور ان سے اپنی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا پس امیر جو لوگوں پر نگہبان ہیں ان سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا ادمی اپنے گھر کے اہل و عیال کا نگہبان ہے اس سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگہبان ہے اور اس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا اور غلام اپنے اقا کے مال کا نگہبان ہے اس سے مال کے بارے میں پوچھا جائے گا خبردار تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اپنے رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

تو اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جس کا جتنا بڑا عہدہ و منصب ہوتا ہے تو اس کی ذمہ داری بھی اتنی زیادہ ہوتی ہیں جو شخص جس چیز کا ذمہ دار ہوتا ہے اس سے اسی کے بارے میں سوال ہوگا کہ جو ذمہ داری سونپی گئی تھی اس میں کتنا کردار ادا کیا ہے اب یہ ذمہ دار کا کام ہے کہ اپنے بارے میں سوچیں اور خیال رکھے کہ کل قیامت کے دن اس کا حساب کتاب بھی دینا ہوگا۔

تنظیم یا جماعت کا امیر:

شریعت اسلامیہ میں جماعتوں یا تنظیموں میں شرعی امیر مقرر کیا جاتا ہے، جو اس جماعت کے خلاقی دینی، اور تنظیمی امور کی رہنمائی و نگرانی کرتا ہے۔ یہ امیر کسی جماعت یا تنظیم وغیرہ کی نگرانی کرتا رہتا ہے اور یہ تنظیم یا جماعت کسی مخصوص مقصد کی بنا پر بنائی جاتی ہیں جو دین کے مختلف شعبوں میں سے کسی ایک

شعبے کو زندہ رکھنے کی کوشش کرتی ہیں اگر دین کی بقا مفقود ہو تو ایسی تنظیمیں بنانا سرے سے جائز ہی نہیں اور اس کے امیر کی اطاعت و فرمانبرداری بھی جائز نہیں بلکہ اس کا ساتھ دینا بھی حرام ہے جیسے چوروں کی تنظیم یا ملک میں فساد پھیلانے والی تنظیمیں۔

اگر کوئی ایسی تنظیم ہو جس کا مقصد دین کا احیا ہو تو ایسی تنظیم یا جماعت کے امیر کی اطاعت اور فرمانبرداری واجب ہے جیسے تبلیغی جماعت کے امراء یا سیاسی تنظیموں کے یا دفاعی جنگ کے اُمراء و حکام۔ ایسے امیر اپنی جماعت میں عدل و انصاف قائم کرتا ہے اور ان کا ہر لحاظ سے خیال رکھتا ہے اور ایسے امیر کی فرمانبرداری بھی پھر لازم ہے اگر کوئی شخص امیر کی نافرمانی کرتا ہے تو اس کے بارے میں آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:

اذا جمع الله الأولين والأخرين يوم القيامه يرفع لكل غادر لواء فقيل هذه غدره فلاں بن فلاں[18]۔ ترجمہ: قیامت کے دن جب اللہ رب العزت اولین و اخرین سب کو جمع کرے گا تو بدعہدی کرنے والا دھوکہ باز کے لیے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا یہ فلان ابن فلاں کی بدعہدی کی علامت ہے۔

قبائلی یا خاندانی سطح پر امیر:

بعض جگہوں پر قبائلی یا خاندانی نظام میں بھی شرعی امیر کا تصور موجود ہوتا ہے، جو خاندانی یا قبائلی مسائل کو قرآن و سنت کے مطابق حل کرتا ہے۔ امیر کی ضرورت ہر ادارے میں ہے۔ حتی کہ ایک چھوٹی سی جمات کیوں نہ ہو یا بڑے پیمانے پر کوئی قیادت ہو۔ قبائلی اور خاندانی سطح پر امیر کی بہت ضرورت ہیں تاکہ وہ اپنے قبیلے یا خاندان کی صحیح رہنمائی فرمائے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ۔

لابدللناس من امارة فلا يصلح دينهم ولا دنياهم الا بها ۔[19]

لوگوں کے لیے امارت بہت ضروری ہے اس لیے کہ امارت کے بغیر نہ ان کی دنیا صحیح طرح چل سکتی ہے اور نہ دین کی صحیح طرح رہنمائی مل سکتی ہے

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے قیادت کے سوا معاشرہ درست طریقے سے نہیں چل سکتا۔

قبائلی یا خاندانی سطح پر بھی امیر کو مقرر کرنا اس کی ضرورت کو پورا کرتا ہے فقہ حنفیہ کی مشہور کتاب در المختار میں اس حوالے سے لکھا ہے۔

على الامير ان يعدل بين قومه ويقيم حقوقه الله بينهم ولا يحابي احدا.[20]

اسے عبارت میں قبائلی امیر یا خاندانی امیر کے اختیارات اور ذمہ داریوں کو واضح کیا گیا ہے جس میں عدل و حقوق کی ادائیگی پر زور دیا گیا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان صحیح طریقے سے رہنمائی کر سکے۔

شریعت اسلامیہ میں امارت کا نظام ایک منظم ڈھانچے پر قائم ہے جو خاندانی، قبائلی، صوبائی انفرادی و اجتماعی اور قومی سطح پر پھیلا ہوا ہے اس میں ہر سطح کے لوگوں کی امارت، ذمہ داریاں، اختیارات کو واضح کیا گیا ہے صوبائی سطح پر امیر کو مقرر کرنا ایک اہم ذمہ داری ہے کیونکہ یہ بھی وسیع پیمانے پر لوگوں کی معاملات کی نگرانی اور ان کے حقوق کی حفاظت سے متعلق ہے صوبائی سطح پر امیر لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کی فضا قائم رکھے گا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ان الله يامر بالعدل والاحسان. 21

اللہ تعالیٰ تمہیں لوگوں کے ساتھ احسان (یعنی اچھا سلوک کرنا) کے بارے میں حکم فرماتے ہیں عدل ہر قیادت کا بنیادی اصول ہے۔ اور صوبائی امیر کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے علاقے میں انصاف کا قیام یقینی بنائے۔

عدل کرنے والی امیر یا حکمران کے بارے میں رسول اللہ نے فرمایا:

أحب الناس إلى الله يوم القيامة وأدناهم منه مجلسا إمام عادل.[22]

قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ کے قریب عدل کرنے والا حکمران ہو گا۔

یہ حدیث انصاف کرنے والے امیر کی فضیلت کو ظاہر کرتی ہیں صوبائی امیر کو یہ خیال رکھنا ہو گا کہ وہ اپنے اختیرات عدل و انصاف کے ساتھ استعمال کرے۔

امام ماوردی اپنی کتاب احکام سلطانیہ میں لکھتے ہیں

الإمارة تنقسم الى عامة وخاصةفالعامة تشمل كل البلاد والخاصة تختص ولايةمنطقةمعينة[23]

یہ عبارت صوبائی امارت کو ثابت کرتی ہیں کہ ایک خاص علاقے کے لیے بھی امیر کا تقرر ہونا ضروری ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں۔

لابد للامام والامیر من ان یکون عالما باحکام الشریعه عادلاًبأحکام الشريعةفي قضاءه ناصحا لرعيته[24].

ایک امام یا امیر کے لیے ضروری ہے کہ وہ شرعی احکام کا عالم ہو اور اپنی فیصلوں میں عدل کرنے والا اور رعایا کو نصیحت کرنے والا ہو۔
یہ صفات ایک صوبائی امیر کے لیے لازم ہے تاکہ وہ مسائل کا حل شریعت کے مطابق کر سکے۔

عملی دائرہ کار:

صوبائی امیر کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے علاقے میں امن وامان اور انصاف وعدل قائم کریں صوبائی امیر کی یہ بھی ذمہ داری ہوتی ہیں کہ وہ دینی تعلیمات کی ترویج اور لوگوں کو شریعت کے عین مطابق زندگی گزارنے کی تلقین کریں۔ اور عبادات کے نظام اور دیگر دینی امور میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

اطاعت کا حکم

شریعت اسلامیہ میں امیر شرعی کی فرمانبرداری کی تاکید کی گئی ہے، بشرطیکہ وہ احکامات شریعت کے مطابق ہوں۔ اگر امیر کسی بات کا حکم دے جو شریعت کے مخالف ہو، تو اس حکم کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔

خلاصہ:

اسلامی معاشرت میں امیر کی حیثیت ایک بنیاد کی مانند ہے، جس کے بغیر کوئی بھی اجتماعی نظام مستحکم نہیں رہ سکتا۔ قیادت اور امارت کا تصور نہ صرف دین اسلام میں اہمیت رکھتا ہے بلکہ یہ انسانی فطرت کی ایک بنیادی ضرورت بھی ہے۔ اگر کسی جماعت، قوم یا ریاست میں کوئی امیر نہ ہو تو وہاں انتشار اور بدامنی کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے قیادت کے اصولوں کو واضح کیا اور امیر کی اطاعت کو نظم وضبط اور اتحاد کی بنیاد قرار دیا۔
امیر کا انتخاب اور اس کے لیے مقرر کردہ شرائط اسلامی نظام کا ایک لازمی حصہ ہیں۔ امیر کے لیے لازم ہے کہ وہ مسلمان، عادل، دیانت دار، صاحبِ علم اور باصلاحیت ہو تاکہ وہ امت کے معاملات کو بہترین طریقے سے سنبھال سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ، ایک امیر کو عدل وانصاف کے اصولوں پر عمل کرنا ضروری ہے کیونکہ اس کی حیثیت صرف ایک حکمران کی نہیں بلکہ امت کے نگہبان اور خدمت گار کی ہوتی ہے۔
امیر کے اختیارات مطلق نہیں ہوتے بلکہ وہ شریعت کے دائرے میں محدود ہوتے ہیں۔ اگر کوئی امیر اسلامی اصولوں سے انحراف کرتا ہے اور ظلم وجبر کا راستہ اختیار کرتا ہے تو امت کو حق حاصل ہے کہ وہ اس کی اصلاح کرے یا اسے معزول کرے۔ اسی طرح، عوام پر بھی لازم ہے کہ وہ امیر کی اطاعت کریں جب تک کہ وہ دین کے مطابق فیصلے کر رہا ہو۔
مجموعی طور پر، اسلامی قیادت کا نظام ایک متوازن اور منصفانہ نظام ہے جو امت کو اتحاد، استحکام اور ترقی کی راہ پر گامزن کرتا ہے۔ ایک صالح اور دیانت دار امیر کی قیادت میں معاشرہ ترقی کی منازل طے کرتا ہے، جبکہ قیادت کے فقدان یا نااہل امیر کی موجودگی میں امت کمزوری اور انتشار کا شکار ہو جاتی ہے۔
مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی اصولوں کے مطابق اپنے امیر کا انتخاب کریں اور اس کی اطاعت کو دین اور دنیا کی بھلائی کے لیے لازم جانیں۔

حوالہ جات

1 ابو داؤد، سنن ابی داؤد، سلیمان بن اشعث، کتاب الزکاۃ، باب (فی القوم یسافرون یؤمرون احدھم) ج ۱، ص ۶۸۷، رقم الحدیث ۲۶۰۸

2 البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح الجامع، کتاب المغازی باب: (بعث ابی موسی ومعاذ الی الیمن) مکتبہ البشری ۲۰۲۰ ج ۲ ص ۱۵۹۰ حدیث ۴۳۴۴

3 البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح الجامع، کتاب المغازی باب: (بعث ابی موسی ومعاذ الی الیمن) مکتبہ البشری ۲۰۲۰ ج ۲ ص ۱۵۹۰ حدیث ۴۳۴۵

4 الموجز فی احکام الامارۃ، حارث بن غازی النظاری، طبعۃ ۲۰۱۴، ص ۹

5 سورۃ النساء ۴:۱۰۱

6 سورۃ النساء ۴:۱۴۱

7 احکام اھل الذمۃ، ابن القیم، ج ۲، ص ۷۸۷

8 سورۃ النساء ۴:۵

9 عقائد الاسلام حصہ اول، مولانا ادریس کاندہلوی، مکتبہ عمر فاروق، ص ۱۹۶

10 سورۃ النساء ۴:۳۴

11 مشکاۃ، محمد بن عبد اللہ، المشکاۃ المصابیح، کتاب الامارۃ والقضاء ج ۲، ص ۹۳ رقم الحدیث ۳۶۹۵

12 تفسیر قرطبی، علامہ سورۃ النمل، ج ۱۳، ص ۱۸۳

13 سورۃ الاحزاب ۳۳:۳۳

14 سورۃ البقرۃ ۲:۱۸۷

15 سورۃ النساء ۴:۵۸

16 صحیح مسلم، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، کتاب الامارۃ، باب: الناس تبع لقریش، مکتبہ البشری، ج ۳، ص ۱۲۱۹، رقم الحدیث ۱۸۱۹

17 الترمذی، محمد بن عیسی، جامع الترمذی، کتاب الجھاد، باب (ماجاء فی االامام ـ ـ) ج ۲، ص ۷۷۹، رقم الحدیث ۱۶۹۵

18 مسلم شریف، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، ج ۲، ص ۱۱۷۵، رقم الحدیث ۴۵۲۹

19 مجموعۃ الفتاوی، تقی الدین احمد بن تیمیہ رحمہ اللہ، ج ۲۸، ص ۲۱۶،

20 الدر المختار مع رد المختار، ج ۲، ص ۳۶۵،

21 سورۃ الحجر ۹۰:۱۶

22 الترمذیٍ، محمد بن عیسی، سنن ترمذی، کتاب الاحکام عن رسول اللہ، باب ماجاء فی الامام العادل، رقم الحدیث ۱۳۲۹

23 احکام السلطانیہ، امام ماوردی، ص ۲۳

24 احیاء علوم الدین، امام غزالی، ج ۲، ص ۲۱۶